جن کے وہ اکثر تذکرے سنتے رہتے ہیں اور جن کی وجہ سے وہ ہم سے بُعد اور بیگانگی محسوس کرتے ہیں، یہ صرف چند تنگ نظر اور تاریک خیال لوگوں کے بوسیدہ تصورات ہیں جن کی ہمارے ہاں اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ ہم درحقیقت انہی افکار و اعمال کے پرستار ہیں جو تمہارے اندر رائج ہیں۔ تمہاری تہذیب ہی ہماری تمام آرزوؤں اور تمناؤں کی مرکز و محور ہے اور اسی سے روشنی حاصل کرکے ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو منور کرنا چاہتے ہیں۔ "ہماری اور تمہاری جدائی" کی خبر بالکل بے بنیاد ہے بلکہ یہ ایک ہوائی ہے جسے کسی دشمن نے محض رقابت کے جذبہ میں اڑا دیا ہے۔ تمہیں ایسی خبروں پر قطعاً توجہ نہ دینی چاہیے بلکہ ہمارے ساتھ اس اندازہ سے وابستہ ہونا چاہیے۔

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

گزشتہ دو تین ماہ سے مسئلہ کشمیر پر جس انداز سے اور جس قسم کے حالات کے تحت اینگلو امریکن بلاک کی براہِ راست نگرانی میں گفتگو ہو رہی ہے اس پر ملک کا ہر بہی خواہ مضطرب اور پریشان نظر آتا ہے۔ یہ گفتگو نہ صرف ہمارے سیاسی تدبر کا امتحان ہے بلکہ ہمارے اخلاق کی بھی نہایت ہی کڑی آزمائش ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو اور ان کے رفقاء کار نے گزشتہ پندرہ سالوں میں جس قسم کی بدعہدی کی ہے اور جس اخلاقی گراوٹ کا ثبوت دیا ہے وہ تاریخ کا ایک نہایت ہی شرمناک باب ہے۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اقتدار کے نشے نے ان لوگوں کو اس حد تک دیوانہ بنا دیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے دُنیوی اخلاقی نتائج سے یکسر غافل ہو چکے ہیں اور اس حقیقت کو بالکل فراموش کر چکے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال میں صرف فوج اور اسلحہ ہی فیصلہ کن قوت نہیں ہوتی بلکہ اس میں اخلاقی اقدار بھی بڑے مؤثر طریق سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر مادی قوت اور طاقت ہی تعمیر و ترقی کا واحد زینہ ہوتا تو جو قومیں ایک مرتبہ بام عروج پر پہنچ چکی تھیں انہیں

کبھی بھی آسمان پیوندِ خاک نہ کر سکتا لیکن ہمیں تاریخ میں ایسی بے شمار قوموں کے نشانات ملتے ہیں جنہوں نے ایک وقت میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ قوت و طاقت حاصل کی۔ دوسری قوموں کو غلام بنایا اور جگہ جگہ اپنی قیادت اور سیادت کے جھنڈے گاڑے لیکن دوسرے مرحلے میں یہی قوت اُن کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی اور تاریخ کے وہ اوراق جن میں اُن کے عظیم الشان کارناموں کے قصے سنہری حروف سے لکھے جاتے تھے ان کے اندر اُن کے تنزل اور انحطاط کی عبرتناک داستانیں بھی درج ہوئیں۔

محض طاقت جس کی پشت پر کوئی اخلاقی حس موجود نہ ہو وہ ہمیشہ موت اور بربادی کا پیغام ہوتی ہے اس لیے عقلمند قومیں ان دونوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ کسی قوم کی اس سے افسوسناک اخلاقی پستی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پورے ملک کی تقسیم کو قبول کرتی ہے لیکن اب کشمیر کے معاملے میں اس نظریہ کو یکسر باطل قرار دے رہی ہے۔ پھر یہی قوم تقسیم ملک کے بعد بہت سی مسلم اور غیر مسلم ریاستوں کو یہ کہہ کر ہڑپ کر جاتی ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ الحاق کا اصل فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے۔ ان ریاستوں کے باشندگان کی اکثریت چونکہ غیر مسلم ہے اس لیے انہیں لازمی طور پر ہندوستان کے ساتھ ہی وابستہ ہونا چاہیے۔ اسی اصول کے تحت منگرول، مناودر، جوناگڑھ حیدرآباد اور گوا پر دستِ ظلم دراز کیا گیا لیکن کشمیر کے معاملے میں چونکہ یہ اصول اُس کے مفاد کے خلاف پڑتا ہے اس لیے اسے غلام رکھنے کیلئے یہ کہا جاتا ہے کہ والیٔ ریاست نے اس بدنصیب خطہ کے رہنے والوں کی قسمت چونکہ ہمارے ہاتھ میں سونپ دی ہے اس لیے اس پر ہمیں پورے پورے حقوق مالکانہ حاصل ہیں۔

یہی نہیں بلکہ آغاز میں جب اس خطہ کو اپنی تحویل میں لیا گیا تو پوری دنیا کی آنکھوں میں خاک

جھونکنے کے لیے اس بات کا بار بار اعلان کیا جاتا رہا کہ ہم اس ریاست کے بارے میں کوئی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے بلکہ صرف اس بات کے آرزومند ہیں کہ اس پس ماندہ خطہ کے رہنے والے بغیر کسی جبر و اکراہ کے بالکل آزادی کے ساتھ خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ ملک گیری ہمارا مقصد نہیں ہم عارضی طور پر اس ریاست کا انتظام و انصرام سنبھال رہے ہیں تاکہ ہم وہ حالات پیدا کر سکیں جن کے تحت اس مقدس مقصد کی تکمیل جلد ممکن ہو۔ اسی سلسلہ میں یو۔ این۔ او میں ایک قرارداد بھی پاس کی گئی۔ لیکن چونکہ نیت کے اندر اول روز ہی سے فساد موجود تھا اس لیے ایک طرف تو مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس استصواب کو مسلسل ٹالا گیا اور دوسری طرف ایسی شرمناک تدابیر اختیار کی گئیں جن سے کشمیر کے بے بس عوام پر بھارت کا تسلط مضبوط ہوتا چلا گیا —— کشمیر کے حقیقی رہنما اور آزادیٔ وطن کے جاں نثار جیلوں میں ٹھونس دیے گئے ان پر جھوٹے مقدمے قائم ہوتے، ان پر غداری اور وطن دشمنی کے بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے اور اس طرح کشمیر کے ان خیر خواہوں کو جسمانی اور ذہنی اذیتیں پہنچا کر انہیں راستے سے ہٹانے کی مذموم کوششیں کی گئیں اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو قوت اور طاقت کے بل بوتے پر عوام کی گردنوں پر مسلط کر دیا گیا جنہیں کشمیری عوام کے مفاد کی جگہ اپنا ذاتی مفاد زیادہ عزیز تھا اس لیے ان بے ضمیر لوگوں نے ریاست کے مستقبل کے متعلق سوچنے کی بجائے بھارت کے مفادات کی حفاظت و پاسبانی کرنا اپنی زندگی کا شیوہ بنا لیا۔ ان لوگوں کی حیثیت بعض کرائے کے سپاہیوں کی سی تھی جنہیں ان کا آقا جس طرح چاہتا ہے دریغ استعمال کرتا۔

پھر توپوں کی گرج اور سنگینوں کے سایے میں ایک اسمبلی کے انتخاب کا ڈرامہ کھیلا گیا اور مختلف قسم کی چالبازیوں سے کام لیکر اہلِ دنیا کو یہ تاثر دیا گیا کہ یہ اسمبلی ہی اہل ریاست کی دلی آرزوؤں اور تمناؤں کی صحیح معنوں میں نمائندہ اور ترجمان ہے اور چونکہ اس نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے لہٰذا استصواب کی اب قطعاً ضرورت باقی نہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو اور اُن کے رفقا ءکار نے کشمیر کے معاملے میں جس قسم کی بدعہدی، چالاکی اور عیاری اور جس نوعیت کے ظلم و استبداد سے کام لیا ہے، اُس پر انسانیت جس قدر بھی ماتم کرے اتنا ہی کم ہے۔ لیکن ہمیں بھارت کے سربراہوں سے کہیں زیادہ افسوس امن کے مغربی علمبرداروں پر ہے جو مظلوموں کی دادرسی کے دعویدار ہیں۔ ان لوگوں نے مکر و فریب کے اس سارے کاروبار کو جس طرح غیر متعلق تماشائی بن کر دیکھا ہے اور جس بے حسی کے ساتھ اسے برداشت کیا ہے بلکہ اس کی طرفداری اور حمایت کی ہے وہ انسانیت کی پیشانی پر ایک ایسا بدنما داغ ہے جسے شاید کبھی مٹایا نہ جاسکے۔

ہندوستان پر ہمارا غیظ و غضب بجا، لیکن ہمیں ذرا خود بھی اپنے اعمال کا جائزہ لیکر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کشمیر کے معاملے میں کس حد تک سیاسی تدبر اور دانشمندی اور اخلاقی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔

کشمیر کے بارے میں ہم سے بہت سی کوتاہیاں ہوئی ہیں جن کا ذکر شاید سخت تلخ ہو۔ اس لیے ہم اس داستان کو دہرانا نہیں چاہتے لیکن دو تین باتیں ہم قدرے وثوق سے کہہ سکتے ہیں ایک یہ ہم نے اس مسئلہ سے پوری دنیا کو آشنا کرنے کے لیے اتنی کوشش نہیں کی جس کا یہ فی الواقع مستحق ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر پوری انسانیت کے ضمیر کو بیدار کرنے کی ضرورت تھی لیکن ہم نے اس معاملہ میں افسوسناک تساہل سے کام لیا ہے۔ اگر دنیا کی چھوٹی چھوٹی قومیں اپنے نہایت معمولی مسائل کے لیے پوری دنیا کے اندر ہلچل پیدا کر سکتی ہیں اور ساری انسانیت کو اُن کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس معاملہ میں ناکام ہوتے لیکن ہماری سہل پسندی اور بے تدبیری کی وجہ سے اور خاص طور پر ہماری وزارت خارجہ کی عدم توجہی کی بنا پر ہم مسئلہ کشمیر سے دنیا کی قوموں کو پوری طرح روشناس نہیں کرسکے۔ اگر اس کام کو پوری دلسوزی اور ایمانداری کے ساتھ سرانجام دیا جاتا تو ہمیں یقین ہے کہ ہم اس مسئلہ پر اپنے

بہت سے حامی پیدا کر لیتے۔ خصوصاً مسلم ممالک کی کثیر تعداد ہماری تائید پر آمادہ ہو جاتی، اور ہم آج اپنے آپ کو اس طرح تنہا اور بے بس محسوس نہ کرتے جس طرح کہ فی الحقیقت کر رہے ہیں۔

دوسرے ہم نے اس مسئلہ کے حل کرنے کے لیے اینگلو امریکن بلاک پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔ ہم گزشتہ پندرہ سالوں میں یہی سمجھتے رہے ہیں کہ امریکہ اور انگلستان ہمارے سچے خیر خواہ ہیں وہ اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے بھارت کو اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ کشمیر میں استصواب کرائے اور پھر اس کے نتیجے پر ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کرے۔ دوسروں پر اعتماد یقیناً بہت بڑی خوبی ہے لیکن ہم نے اپنے ان مغربی دوستوں کے بارے میں جس قسم کے حسنِ ظن سے کام لیا ہے اسے اگر ابلہ فریبی کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ یو این۔ او کے اجتماعات میں روس کھل کر ہندوستان کے موقف کی حمایت کرتا رہا لیکن ہمارے ان حامیوں نے ایک مرتبہ بھی غیر مبہم الفاظ میں ہماری تائید نہیں کی بلکہ انہیں جب کبھی بھی اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کا موقع ملا تو یہی کہا کہ یہ بھارت اور پاکستان کا ذاتی مسئلہ ہے ہم اس میں دخل اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ ہر قدم پر ہمارے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت کے ساتھ دوستی بڑھانے کے لیے مختلف قسم کی چالیں چلتے رہے۔ انہوں نے کسی ایک مرحلہ پر بھی اپنی رفاقت کا حق ادا نہ کیا لیکن ہماری سادہ لوحی بلکہ حماقت دیکھیے کہ دجل و فریب کی یہ ساری کارروائیاں دیکھنے کے باوجود اُن پر ہمارا اعتماد قطعاً متزلزل نہیں ہوا، ہمیں آج بھی اُن کے عہد و پیمان پر پورا پورا بھروسہ ہے، وہ آج بھی ہماری امیدوں کے مرکز و محور ہیں۔ اور ہمارے مفادات کے واحد محافظ اور نگراں۔ ہم بار بار کی چوٹیں سہنے کے باوجود ابھی تک اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ بلاک ہی ہمارا نجات دہندہ ہے اور اس سے منہ موڑ کر ہم دنیا میں ایک لمحہ کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

ہماری ان خوش فہمیوں بلکہ ابلہ فریبیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کی رضا جوئی کے لیے

دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دیا ہے۔ بہت سی وہ قومیں جن کے ساتھ ہمارے دینی روابط ہیں اور جن کی مدد پر ہم بجا طور پر اعتماد کر سکتے ہیں انہیں ہم نے اپنی اس غلط روش کی وجہ سے ناراض کر لیا ہے، وہ ہمیں اینگلو امریکن بلاک کا ایک بے بس غلام سمجھتی ہیں، اُن کے نزدیک ہماری اپنی کوئی رائے اور کوئی آزاد پالیسی نہیں، ہم اس استعماری ٹولے کے ہاتھ میں بس ایک کٹھ پتلی ہیں جسے وہ اپنی منشا اور مرضی کے مطابق جس طرح چاہتا ہے، نچواتا چلا جاتا ہے۔

اس رائے میں غلط فہمی اور مبالغہ آمیزی کے اجزا تو شامل ہو سکتے ہیں لیکن اس افسوسناک حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دوسری قومیں اگر ہمارے بارے میں اس قسم کے غلط تصورات رکھتی ہیں تو اُن کے لیے ہمارے طرزِ عمل نے ایک بنیاد بالضرور فراہم کی ہے۔ اُن کی اس غلط فہمی کو سراسر بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا۔ یہ حقیقت اگرچہ بڑی تلخ ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم نے آج تک کسی ایک معاملے میں بھی اینگلو امریکن بلاک کے منشا کے علی الرغم کوئی پالیسی اختیار نہیں کی۔ اس بلاک کی فریب کاری سے جب ہم پر کوئی نئی افتاد آتی ہے تو ہم وقتی طور پر کچھ برہمی کا اظہار کر لیتے ہیں لیکن ہماری اس غلامانہ روش میں قطعاً کوئی فرق نہیں آتا۔

اس غلط پالیسی کا تیسرا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو ایک خاص حلقے کے اندر محدود کر لیا ہے۔ اس حلقے سے باہر ہمارے نزدیک کوئی قوم موجود ہی نہیں، اس لیے اس کے ساتھ تعلقات استوار کرنا، اس کی اخلاقی تائید حاصل کرنا یا اُس سے تجارتی روابط قائم کرنا، ہمارے لیے سرے سے خارج از بحث ہے۔ ہم ایک گھڑے کی مچھلی بن کر رہ گئے ہیں، اس لیے باہر کی دنیا سے ہمارا اب کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔ ہماری اس غلط پالیسی سے ہمیں جتنا نقصان پہنچا ہے اُس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو بین الاقوامی معاملات پر کچھ نظر رکھتے ہیں۔ ہندوستان بھی ہمارے ساتھ آزاد ہوا ہے لیکن چونکہ اُس نے اپنی خارجہ پالیسی کو کسی بلاک کے ساتھ وابستہ نہیں کیا، اس لیے

وہ دنیا کی ہر قوم سے بڑی آزادی کے ساتھ فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ اُس نے روسی بلاک سے بھی بوقت ضرورت بھرپور امداد حاصل کی اور اینگلو امریکن بلاک سے بھی جس طرح چاہا فائدہ اٹھایا۔ اُس کی اس آزاد روش کی وجہ سے بسا اوقات اسے ایسی قوموں کی تائید اور حمایت حاصل ہوئی جن کی حیثیت ہمارے اپنے بھائی بندوں کی سی ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اینگلو امریکن بلاک کی معاشی امداد جس کے احسان کے نیچے ہم اپنے آپ کو اس قدر دبا ہُوا پاتے ہیں وہ بھی ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ جس کے ذریعے ہمارے ملک کے اندر امریکہ اپنے استعماری عزائم کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ آخر ہندوستان بھی تو یہ امداد ہم سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر وصول کرتا رہا ہے لیکن اُس نے اس امداد کو اپنی خارجہ پالیسی پر قطعاً اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ اگر یہ امداد ہماری معاشی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہے تو پھر ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے لیکن اگر یہ ہماری آزادی کا سودا ہے، اگر اس کی صورت ٹرائے کے اس لکڑی کے گھوڑے کی سی ہے، جس کے اندر چھپ کر استعمار ہمارے ملک کے اندر گھسنے کے ناپاک عزائم رکھتا ہے، تو پھر ہم ہزار لعنت بھیجتے ہیں اس امداد پر، اور اُن لوگوں پر جو ہماری اعانت اور دستگیری کی آڑ میں ہم پر غلامی مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ امداد خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اور اُس کے نتائج ہمارے ملک کے لیے کتنے ہی مفید کیوں نہ ہوں، وہ کبھی بھی ہماری آزادی کی قیمت نہیں ہو سکتی۔ کسی قوم کے لیے اُس کی آزادی اور خود مختاری اسے دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

اگر لنکا جیسی کمزور مملکت غیر ملکی امداد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے دنیا میں زندہ رہ کر ترقی کر سکتی ہے تو آخر ہم اس امداد کے بند ہو جانے کے خطرے سے کیوں اتنے ہراساں ہیں۔ سیلون کی حکومت نے تیل کی کمپنیوں کو جب قومی ملکیت بنانے کا فیصلہ کیا تو امریکی مالکان

سخت تلملاتے اور اپنی حکومت کو سیلون کی امداد بند کرنے پر مجبور کر دیا لیکن اس نے اس دباؤ کو پرِکاہ کے برابر بھی نہ سمجھا اور اس معاملے میں جس حیرت انگیز جرأت اور خودداری کا ثبوت دیا وہ تاریخ میں ہمیشہ موجود رہے گا ۔ مسز بندرانائیکے نے اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ غیر ملکی امداد کوئی ایسی ناگزیر چیز نہیں جس پر کسی ملک کے فنا و بقا کا دار و مدار ہو۔ اس امداد کی کمی کو فہم و فراست، حسنِ تدبر، اور جوشِ عمل سے بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی قوم دوسری اقوام کی دست نگر ہونے کی بجائے خودداری کے ساتھ زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا عزم کر لے تو کوئی چیز اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ قوم کا اجتماعی اخلاق، اس کے مختلف طبقوں کے درمیان اتفاق و اتحاد، اُس کا غیر معمولی اخلاص اور ایثار، اُس کے اندر آگے بڑھنے کا سچا ولولہ، مادی وسائل کے خلا کو بآسانی پُر کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ راہ بڑی کٹھن اور دشوار ہے اور افکار و نظریات، اور جذبات و احساسات کی صحت مندانہ تربیت مادی وسائل کی ترقی سے کہیں زیادہ صبر آزما ہوتی ہے اور اس بنا پر بہت سی خواہشات اور تمناؤں کو قربان کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ملک کو ایسے وسائل سے ضرور نوازا ہے کہ اس کے رہنے والے اگر چاہیں تو محنت اور اخلاص سے اپنی بنیادی ضروریات ان کے ذریعے بآسانی فراہم کر سکیں۔ خالقِ کائنات کا یہ نظام اشتراک اور تعاون کی طرف تو رہنمائی کرتا ہے اور اس کی ترتیب اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ قوموں کے درمیان تعصبات کی جو مصنوعی دیواریں حائل ہیں وہ منہدم ہو جائیں، اُن کے مابین ربط و ضبط بڑھے اور مختلف خطوں کے رہنے والے ایک دوسرے کے دمساز و رفیق بن کر رہیں۔ لیکن قدرت کے اس حکیمانہ نظام میں اس بات کا بھی پورا پورا اہتمام موجود ہے کہ کوئی قوم محض قدرتی وسائل کے بل بوتے پر دوسری اقوام کو غلام نہ بنا سکے اور اسی طرح کوئی قوم صرف مادّی وسائل کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور نہ پائے۔

جس طرح انسانوں کے درمیان صلاحیتوں کی کمی بیشی ہوتی ہے بالکل اسی طرح مختلف قوموں کے مادی وسائل کے درمیان بھی تھوڑا بہت تفاوت ضرور پایا جاتا ہے لیکن یہ تفاوت ایسا نہیں جس کی بنا پر اُن کی تقدیر متعین ہو۔ مادی اسباب بلاشبہ قومی زندگی میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں لیکن انسان کی فکری اور اخلاقی قوتیں ان اسباب سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان قوتوں کے ذریعے سے انسان نے مادی اسباب کی کمی کو بطریقِ احسن پورا کیا ہے اور دنیا میں وہ حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو انسانیت کے لیے آج بھی سرمایۂ افتخار ہیں۔

ہم یہ بات کسی جذباتیت کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری کی بنا پر کہتے ہیں کہ آج اگر امریکہ ان قرضوں کو بند کردے تو دنیا کی دوسری بیشمار قومیں ہماری طرف دستِ تعاون بڑھانے کے لیے تیار ہونگی۔ بین الاقوامی سیاست اس وقت جس نہج پر چل رہی ہے اُس میں ایک لمحہ کے لیے بھی خلا پیدا نہیں ہو سکتا، اور جب بھی ایسی صورتِ حالی درپیش ہو تو دوسری بیدار مغز قومیں فوراً آگے بڑھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس لیے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ امریکہ سے ترکِ تعلق کے بعد دوسری قومیں لازمی طور پر ہم سے مُنہ موڑ لیں گی اور ہم دنیا میں بے سہارا بن کر رہ جائیں گے۔ سیلون کے معاملے کو ہی دیکھیے، برطانیہ نے بھی اپنے "پیر و مرشد" امریکہ کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا ہے اور امداد بند کرنے کی بجائے سیلون سے صرف اس امر کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسے اُس کی سرمایہ کاری کا مناسب معاوضہ ادا کردے۔

اگر بالفرض ایک لمحہ کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امریکہ کے روٹھ جانے سے ہم پر غیر ملکی امداد کے دروازے ہر طرف سے بالکل بند ہو جائیں گے تو پھر بھی انشاء اللہ ہماری حیاتِ اجتماعی کو کسی

قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔ اُس صورت میں ہماری معاشی ترقی کی رفتار اگرچہ قدرے سُست پڑ جائے گی لیکن ہم میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ہم آزادی کے ساتھ اپنی خارجہ پالیسی طے کر سکیں گے۔ اینگلو امریکن بلاک سے باہر جو قومیں بھی ہیں اُن کا ہمارے معاملے میں طرزِ عمل کافی حد تک تبدیل ہو جائے گا اور اس طرح ہم اپنی دنیا خود آباد کرتے ہیں کامیاب ہونگے۔ ہم اپنے مخصوص نظریات، حالات اور ضروریات کے تحت اپنے معاشی منصوبے بنائیں گے اور ہماری دولت کا وہ حصّہ جو عیاشیوں پر خرچ ہو رہا ہے وہ کسی مفید کام میں صرف ہوگا۔ دولت کی کمی سے قوم کو بحیثیت مجموعی کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ صرف چند افراد کو جو نہایت اونچے معیارِ زندگی کے عادی ہوتے ہیں انہیں البتہ تھوڑی سی تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن ان کی معمولی تکلیف سے اگر پُوری قوم کی آزادی برقرار رہے تو اسے کسی لحاظ سے بھی خسارے کا سودا نہیں کہا جا سکتا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ کئی ایک ملکوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مغربی امداد کے بغیر بھی اقتصادی اور علمی ترقی ممکن ہے۔ کیا روس کا نظام مغرب کی دشمنی کے باوجود پروان نہیں چڑھا۔

پھر اس ضمن میں اس کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ غیر ملکی امداد کو پس ماندہ ممالک میں جس طریق سے استعمال کیا جا رہا ہے وہ بھی بڑا افسوسناک ہے اور اس کے نتائج انتہائی حوصلہ شکن ہیں۔ اس امداد سے ملک خوشحال ہونے کی بجائے قرضوں کی جکڑ بندیوں میں مسلسل جکڑتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ روز بروز مغربی قوموں کا دست نگر اور محتاج بننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ اس امداد کا معتدبہ حصّہ غیر ملکی ماہرینِ فن" ہڑپ کر جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے ملک کے مخصوص معاشی حالات اور اُس کے تقاضوں سے کوئی گہری واقفیت نہیں رکھتے۔ بس یونہی محض سیر و تفریح کی غرض سے، اور اس ملک کے رہنے والوں کے اندر مغربی تہذیب و تمدن کو فروغ دینے کے لیے کچھ نیم تربیت یافتہ لوگوں کی فوج ظفر موج پسماندہ ممالک میں دھکیل

دی جاتی ہے اور وہاں جا کر ایسے معاشی منصوبے تیار کرتی ہے جن کا وہ ملک کسی لحاظ سے متحمل نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ معاشی منصوبے جلد ہی ایسے مورچوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جن کی حفاظت و پاسبانی سے ہم خود عاجز ہوتے ہیں اور انہیں غیروں کے سپرد کرنے پر اپنے آپ کو بالکل مجبور پاتے ہیں۔ یہ غیر ملکی فوج وہاں بیٹھ کر ہمارے ملک کے معاشی استحکام کے متعلق تدابیر اختیار کرنے کی بجائے اُسے سیاسی اعتبار سے بے بس بنانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتی ہے۔ ان منصوبوں پر اس انداز سے کام شروع کیا جاتا ہے کہ ہم ہر قدم پر امریکہ اور انگلستان کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور رہوں۔

جو لوگ اس ملک کے معاشی حالات اور ان منصوبوں کی رفتار ترقی پر اور ان سے متوقع نتائج پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ منصوبے درحقیقت استعمار کے اڈے ہیں اور ان کی تکمیل ہونے تک، ملک کو معاشی لحاظ سے تو شاید تھوڑا اسا فائدہ حاصل ہو جائے لیکن ملک پر قرضوں کا اس قدر زیادہ بار پڑ جائے گا جن کی ادائیگی قریب قریب ناممکن ہو گی اور اس طرح اس ملک کی آزادی ہمیں ان قرضوں کے عوض رہن رکھنی پڑے گی۔

پہلے پانچ سالہ معاشی منصوبے کے جو نتائج ہمارے سامنے آئے ہیں وہ انتہائی حوصلہ شکن ہیں اور ہمارے ان خدشات کو تقویت دیتے ہیں۔ اس منصوبہ میں اس بات کا خاص طور پر التزام کیا گیا کہ ہمارا ملک صنعتی اعتبار سے ترقی نہ کرنے پائے اور ہماری زیادہ تر توجہ زراعت پر ہی مرکوز رہے تاکہ ہم امریکہ اور انگلستان کے کارخانوں کو حسبِ معمول نہایت سستے داموں خام مال مہیا کرتے رہیں۔ ملک میں ایک طرف صنعتی پیداوار کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا مگر زرعی پیداوار کی قیمت جوں کی توں قائم رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی زرعی پیداوار کو خود اپنے ہاں استعمال نہ کر سکنے کی وجہ سے مغربی قوموں کے ہاتھ بیچنے پر مجبور ہوئے اور دوسری طرف مغرب سے ہم ایسا تیار شدہ مال خریدتے رہے جسے ہم تھوڑی سی توجہ کے ساتھ خود اپنے

یاں آسانی کے ساتھ نیا کر سکتے تھے۔ پہلے پانچ سالہ منصوبہ کے ماحصل پر ایک نگاہ ڈالیے تو آپ کو معلوم کر کے حیرت ہو گی کہ محنت اور سرمایہ کے صرف کے باوجود قومی دولت میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا بلکہ افراد کی اوسط آمدنی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح زمین کی فی ایکڑ پیداوار بھی کسی حد تک گر گئی ہے لیکن ہم پر قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔

ان افسوسناک نتائج کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی قومیں غیر ملکی سرمایہ کے دباؤ کے تحت ہمیں اپنی محنت اور ملکی وسائل کو ایسے منصوبوں پر صرف کرنے کے لیے مجبور کرتی ہیں جو فی الواقع ہمارے لیے معاشی اعتبار سے کچھ زیادہ مفید اور کارآمد نہیں ہوتے اور ہماری قوم ان کے بوجھ کو برداشت کرنے کی پوری پوری ہمت اور طاقت نہیں رکھتی۔ یہ ہے وہ طریق جس سے معاشی امداد کے مقدس نام پر ہمیں دھوکہ دیا جا رہا ہے اور ہم پر اپنی ہی زمین ساری وسعتوں کے باوجود روز بروز تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ امداد بظاہر تعاون اور ہمدردی کا اظہار ہے لیکن حقیقت میں یہ مکروفریب کا جال ہے جس میں ہمیں پھنسانا مقصود ہے۔ مغربی قومیں آج ان قرضوں سے وہی کام لینا چاہتی ہیں جو استعمار گزشتہ ایک صدی سے مسیحی شفاخانوں اور سکولوں سے لے رہا ہے۔

مغربی قوموں کی چالیں بڑی گہری ہیں اور وہ ہر محاذ پر امت مسلمہ کو شکست دینے کے درپے ہیں کیونکہ اس کی بیداری میں وہ اپنی موت دیکھتی ہیں اس لیے انہوں نے اس ملت کو برباد کرنے کے لیے بڑے ہی وسیع اور ہمہ گیر منصوبے تیار کیے ہیں۔ مغربی افکار و نظریات کے اثر و نفوذ سے وہ اس قوم کی نوخیز نسلوں میں فکری اور ذہنی انتشار پیدا کر رہی ہیں۔ ثقافت اور کلچر کے نام پر اس کے اخلاق کو تباہ و برباد کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جا رہا ہے۔ عیسائی مشنریوں کی وساطت سے اس کے دین و ایمان کو لوٹنے کی کوششیں جاری ہیں، اور اب قرضوں کے عوض اس کی آزادی اور خودداری کا سودا کیا جا رہا ہے۔

وہ دن امتِ مسلمہ کے لیے بڑا مبارک ہوگا جب وہ مغرب کے بچھائے ہوئے دامِ ہمرنگِ زمین کو دیکھنے میں کامیاب ہوگی اور اس طرح اس کی چالبازیوں اور عیاریوں کا پردہ چاک کر کے وہ اپنے اندر اس کے اصل عزائم کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرے گی۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ ہم میں صحیح بصیرت پیدا ہو اور ہم مغربی قوموں کا غلام بننے کی بجائے خداوند تعالیٰ کی غلامی اختیار کر کے دوسری ہر قسم کی غلامی سے نجات حاصل کر سکیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی عظیم تالیف تفہیم القرآن کا ایک حصہ

سورۃ المائدہ

- مسلمانوں کی مذہبی، تمدنی اور سیاسی زندگی سے متعلق احکامات
- حج کے آداب، شعائر اللہ کے احترام، حرام و حلال کے قطعی حدود، وضو، غسل اور تیمم کے قاعدے، بغاوت، فساد اور سرقہ کے حدود و تعزیرات کی توضیح
- شراب اور جوئے کی حرمت، قسم توڑنے کا کفارہ اور قانونِ شہادت۔
- عدلِ اسلامی، پابندیٔ عہد اور اہلِ کتاب کی گمراہیوں سے اجتناب کی تلقین۔

طلباء اسلامیات کے لیے ایک نادر تحفہ

مدلل تشریح و تعبیر کا ایک جامع مرقع

ہدیہ قسم اول مجلد ولایتی کاغذ ۳/۵۰ روپے

" قسم عام ۲/۲۵ روپے

محصول ڈاک ۵۰ پیسے

ناشر: مکتبہ تعمیرِ انسانیت موچی دروازہ۔ لاہور